بائبل کے "اوفیر" کی تعین

جناب عبدالباری صاحب ایم، اے
موسیٰ بنی مائنز۔ ضلع سنگبھوم

(۳)

۳۔ بیش بہا جواہرات (PRECIOUS STONES) بیش بہا جواہرات تو پہلے ہی سے ہر طرف سے یروشلم اور اس کے قرب و جوار میں پہونچنے لگے تھے۔ جس کا سراغ آثار قدیمہ کی کھدائی سے ملتا ہے اور ذکر تاریخ کے علاوہ بائبل میں بھی ہے (مثلاً ایوب ۲۸: ۱۵-۱۹) اور سونے کی بہتات کے بعد اس کی طرف توجہ کچھ کم ہو گئی ہوگی۔ چنانچہ سلیمانؑ نے جو پہلا بیڑا بحر احمر میں بنایا وہ بھی پہلی بار صرف سونا ہی لے کر آیا لیکن جب ملکۂ سبا کے تحفوں میں بیش بہا جواہرات بھی پیش ہوئے تو پھر وہی بیڑا جو اوفیر سے سونا لاتا تھا، 'الگم' درختوں کے ساتھ بیش بہا جواہرات بھی لایا۔ اور پھر حیرام کے بیڑے کے ساتھ سلیمانؑ کا بیڑا بھی لانے لگا۔ ظاہر ہے کہ ان بیش بہا جواہرات کا کوئی تعلق ہندوستان کے بیوپار سے قطعی نہ تھا۔ معدنیات کا قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی ایک شے نکلتی ہے وہیں دوسری معدنیات بھی ملتی ہیں گو کم مقدار میں۔ اس لئے اس مخصوص اور مشہور سونے کے خطّہ اور قرب و جوار سے بیش بہا جواہرات کا بھی دستیاب ہونا کوئی بعید بات نہیں۔ پھر اس مخصوص مرکز پر وسط افریقہ تک کے مزدور بھی پہونچنے لگے ہونگے جو اپنے ساتھ اپنے ہاں کے نوادرات بھی مبادلہ کے لیے لے جاتے رہے ہوں گے

۴۔ چاندی (SILVER) چاندی ہندوستان میں بھی میسور کے علاقہ میں پائی جاتی تھی لیکن کم مقدار میں یہی وجہ ہے کہ ملکۂ سبا کے تحفہ میں چاندی نہ پیش کی گئی۔ داؤدؑ کے زمانے میں

کافی مقدار میں چاندی کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے خود وصیت کے وقت اپنے لڑکے کو سات ہزار قنطار چاندی بھی دی تھی (۱۔ تواریخ ۲۹:۴)۔ سلیمانؑ کا پہلا بیڑا جو بحر احمر سے اوفیر گیا تھا وہ صرف سونا لے کر لوٹا تھا۔ چاندی کا کوئی ذکر نہیں۔ لیکن ان کا دوسرا بیڑا جو حیرام بادشاہ کے بیڑے کے ساتھ تھا وہ ترسیس (اسپین) ہو کر اوفیر جاتا تھا۔ اس لئے اُس بیڑے کے ساتھ چاندی کا ذکر مناسب طور پر آتا ہے۔ جس کا واحد سبب یہ تھا کہ چاندی کی بہتات ترسیس میں تھی۔

بات یہ تھی کہ آبنائے جبل طارق (جبرالٹر GIBRALTAR) کو عبور کر کے فنیقی "ایک ولایت میں پہونچے اور تارسیس (TARSIS) اس کا نام رکھا جس کو آج کل اندلس (ANDALUSIA) یا 'اسپین' کہتے ہیں۔ انھوں نے وہاں بڑے بڑے جنگل دیکھے جہاں روغن۔ شراب گیہوں اور کیمیوں کی پیداوار خوب ہوتی تھی۔ پہاڑوں میں چاندی کی کانیں بہت زیادہ تھیں اور اُس زمانہ میں بہ نسبت آج کل کے چاندی بہت سستی ملتی تھی۔ جن ملاحوں نے اس ولایت کو دریافت کیا تھا وہ ایک قسم کے جنون میں (مارے خوشی کے) مبتلا ہو گئے۔ یعنی ان میں ایک شور اور وجد پیدا ہو گیا۔ انھوں نے اپنے مٹی کے آلات توڑ ڈالے پیتل کے ہتھیار اور مضبوط دھاتوں کے لنگر تک توڑ پھینکے۔ ہتھیار اور برتن چاندی کے بنائے چاندی کے برتنوں کے سوا وہ کسی برتن میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ پھر انھوں نے اپنی کشتی کے لنگر بھی چاندی کے بنائے۔ اور اس دولتمندی کی حالت میں فنیقیہ واپس لوٹے" (تاریخ ملل قدیمہ۔ سینوبس)

صور (TYRE) کے بازاروں میں ترسیس (اسپین) کی چاندی مشہور ہو گئی تھی۔ چنانچہ بحر روم سے حیرام بادشاہ اور سلیمانؑ کے بیڑے جو ترسیس ہو کر اوفیر جاتے اور واپس ہوتے قدرتی طور پر قدرت کے اِس خزانے سے چاندی بھی لاد لیتے!

۵۔ ہاتھی دانت (IVORY) | جغرافیائی اعتبار سے استوائی خطہ (EQUATORIAL REGION) کے ایسے سایہ دار گھنے جنگلوں اور مان سونی خطوں (TROPICAL REGIONS) میں ہاتھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جنوبی ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے اور وسط و مغربی افریقہ میں بھی وہاں کے باشندوں کا دوسرا پیشہ شکار کرنا ہے۔ قدرتی طور پر جو ہاتھی مر جاتے ان کا دانت

حاصل کر لیا جاتا اور جیسے جیسے ہاتھی دانت کی قدر بڑھی ویسے ویسے اس کا شکار بھی ہونے لگا۔ اور ہاتھی دانت اکٹھا کرنا بھی ان کی زندگی کا ایک مشغلہ بن گیا۔ اور ہاتھیوں کی تعداد بھی کم ہونے لگی۔ چنانچہ اب دنیا میں دو ہی خاندان کے ہاتھی رہ گئے ہیں۔ ہندوستانی اور افریقی۔ انگریزی لغت (COLLINS NATIONAL DICTIONARY) کا بیان ملاحظہ ہو — "OF WHICH THERE ARE TWO LIVING SPECIES, THE INDIAN & THE AFRICAN" -

آج ہاتھی دانت کی بڑی منڈی، سوڈان کے دار الخلافہ خرطوم (KHARTOUM) میں ہے اور ہاتھی دانت برآمد کرنے کے لیے کانگو کی بندرگاہ بوما (BOMA) اور افریقہ کے مشرقی ساحل پر ممباسہ (MOMBASA) ہے۔ ہندوستان میں ہاتھی دانت میسور اور سراندیپ میں مشہور ہوا۔ راجاؤں اور مہاراجاؤں کی قدر دانی کی وجہ سے اس کی دستکاری کے مراکز مقامی طور پر قائم ہوئے اور وہیں اس کی کھپت ہونے لگی۔ اس لئے اس کی برآمد بہت کم ہوتی رہی ہوگی۔ (اس کی برآمد کے لیے صرف [illegible] سنگاپور بعد میں مشہور ہوا۔) چنانچہ ملکۂ سبا کے تحفوں میں ہاتھی دانت بھی نہ تھا۔ افریقہ کی مذکورۂ بالا موجود بندرگاہیں اور منڈیاں جو ہاتھی دانت کے لیے مشہور ہو گئیں اور نقشوں پر ہاتھی دانت کے ساحل (IVORY COAST) کا نام صاف نشاندہی کر رہے ہیں کہ کسی زمانے میں صرف اسی ساحل (IVORY COAST) سے ہاتھی دانت کافی مقدار میں باہر بھیجا جاتا تھا جس کی وجہ سے اس نے یہ نام خود بخود اختیار کر لیا ہوگا۔ اور اس مخصوص نفع بخش تجارت ہی کی بدولت شکاریوں سے پریشان ہو ہو کر ہاتھیوں نے مشرق کا رخ کیا ہوگا جس کی وجہ سے یہ موجودہ مراکز قائم ہوئے اور حبشہ کے یمنی گورنر ابرہہ اور اصحابِ فیل کے واقعات سے بھی لوگ آشنا ہوئے۔ "قدیم مصر میں ۳۲۰۰ ق م تا ۲۲۰۰ ق م اسوان جنوبی سرحدوں کی حفاظت کے لیے بہت بڑا جنگی مرکز، مضبوط ترین حصار اور ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا جہاں اس وقت کی راجدھانی ممفس سے گورنر بھی بھیجا گیا تھا۔ سب سے پہلے یہاں آکر جو نسل آباد ہوئی اس کا قومی نشان 'ہاتھی' تھا۔ اس لیے اس سارے علاقہ کو 'ELEPHANTINE' (الیفنٹائن) کہتے ہیں" (بحوالہ دعوت مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۰ء) تاریخ میں الیفنٹائن خاندان کے

قدیم شاہی سلسلے مشہور ہیں اور نقشہ پیاسوان کے جنوب میں 'PHILAEL' مقام بھی ہے اور معبدِ فیلۂ بھی مشہور ہے ا

جو فنیقی اس ساحل (IVORY COAST) سے ہاتھی دانت لے جاتے تھے ان کے لیے بازار قدیم مصر۔ بابل اور آشور کی سلطنتیں تھیں پھر جب حیرام بادشاہ اور سلیمان ؑ کے ترسیسی بیڑے زیادہ مقدار میں ہاتھی دانت اوفیر سے لائے تو سلیمان ؑ نے ہاتھی دانت ہی کا ایک بڑا تخت بنوایا۔

علامہ سید سلیمان ندوی ؒ لکھتے ہیں کہ جس وقت کولمبس (COLUMBUS) کو گوئنیس (GUINEAS) ملیں تو وہ انھیں دیکھ کر متحیر ہو گیا تھا۔ کیونکہ دراصل وہ اسی سونے GUINEA (GOLD)۔ ہاتھی دانت (IVORY) اور قیمتی سامان (PRECIOUS JEWELS) کی تلاش میں وہاں تک گیا تھا! گویا وہ بھی اوفیر۔ ہندوستان اور چین ہی کی تلاش میں تھا کہ اتفاقیہ بھٹک کر امریکہ پہونچ گیا تھا۔ بقول ایک اطالوی عالم ہیئت اور مستشرق "کولمبس عربوں کی مقدار مسافت اور میل کے صحیح اندازہ کے نہ جاننے کی مبارک غلطی سے امریکہ پہونچ گیا"!

۶۔ بندر (APE) | بائبل کے اردو ترجمہ میں 'بندر' دیکھ کر تصور کر لیا گیا کہ ہندوستان ہی کے بندر (MONKEYS) تھے جو یروشلم پہونچے۔ یہ غلط فہمی ہے۔ ہندوستان میں ضرور بندر پائے جاتے ہیں۔ لیکن بہت چھوٹے چھوٹے۔ زیادہ تعداد میں اور بڑے سائز کے بندر استوائی خطہ میں خصوصًا افریقہ میں پائے جاتے ہیں

انگریزی لغات میں 'APE' کے معنی یہ ملتے ہیں:

"A MONKEY, ESPECIALLY ONE WITHOUT A TAIL; ONE OF THE LARGEST SPECIES, EG. CHIMPANZEE, GORILLA ETC" (COLLIN'S NATIONAL DICTIONARY)

بندر۔ خصوصًا بغیر دُم والا۔ بڑے خاندان میں سے ایک مثلاً چمپینزی۔ گوریلا وغیرہ)

اور لفظ گوریلا' (GORILLA) کے متعلق یہ معلومات حاصل ہوتی ہیں:۔

" AN APE, INHABITING WEST AFRICA (COLLIN'S NATIONAL DICTIONARY)

(ایک بغیر دم والا بندر ہے جو مغربی افریقہ میں پایا جاتا ہے۔

" ORIGINALLY AN AFRICAN NAME, FOUND IN USE BY THE PHOENICIAN NAVIGATOR HANNO IN THE 5th. CENTURY B.C. THE LARGEST OF THE APES, VERY STRONG AND FIERCE, FOUND CHIEFLY IN THE WOODY EQUATORIAL REGIONS OF AFRICA" (THE CONEISE ENGLISH DICTIONARY)

(اصلاً یہ ایک افریقی نام ہے جسے پانچویں صدی قبل مسیح میں فنیقی ملاح ہنّو (HANNO) کو استعمال کرتے ہوئے پایا گیا) بغیر دُم والے بندروں میں سب سے بڑا۔ بہت ہی مضبوط اور غصہ ور۔ جو خاص طور پر افریقہ کے استوائی جنگلاتی خطّوں میں پایا جاتا ہے)۔

ان تشریحات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ وہ بندر (APES) جو تمر سلیسی بیڑوں کے ذریعہ اوفیر سے یروشلم پہونچتے تھے مغربی افریقہ کے گوریلا تھے۔ تو پھر انھیں ہندوستان کا بندر کیسے سمجھا جائے؟ نہ صرف یہ بلکہ گوریلا کا رشتہ ہنّو نامی ملاح تک پہونچ جاتا ہے جو پانچویں صدی قبل مسیح میں اسی افریقی لفظ (نہ کہ ہندوستانی لفظ) کو استعمال کر رہا تھا۔ اور وہ کوئی معروف فنیقی ملّاح تھا

"تاریخ اقوامِ عالم" حصہ اوّل کے حوالہ سے جو سنی گال کے سفر کی داستان ہنّوں سے متعلق بیان کی جا چکی ہے اس میں گوریلا کے شکار کا قصہ آیا تھا جس کی کھال کو "جنگلی آدمی" کی کھال بتایا گیا تھا۔ ترجمہ کی خرابی سے مفہوم میں غلط فہمی ہوتی ہے۔ دراصل یہ ہونا چاہئے تھا "بن مانس" کی کھال۔ اور بن مانس گوریلا کو کہتے ہیں جو مغربی افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے یہ ہنّوں یا ہنّو (HANNO) جسے پانچویں صدی قبل مسیح کا بتایا جا رہا ہے کوئی

دوسرا ہو جس کا نام قدیم کے اس مشہور ہنّو (HANNO) ملّاح کے نام پر لکھا گیا ہو جس کی رہنمائی میں ۵۰۰ ق م میں اوفیر کا سمندری سفر ہو چکا تھا۔ صیدا بندرگاہ کے شمال میں بائبلوس (BYBLOS) بندرگاہ کا سراغ بحیثیت فنیقی بندرگاہ ۳۰۰۰ ق م میں ملتا ہے۔ اور یہ حقیقت بھی سامنے ہے کہ فنیقی ملّاح قدیم ترین لوگ تھے جو بحرِ روم کو کھنگال رہے تھے تو یہ قیاس قوی تر ہو جاتا ہے کہ وہ پہلا ہنّو بھی جس نے اوفیر کا سفر کیا تھا کوئی ماہر فنیقی ملّاح ہی تھا۔ (جس کا کارنامہ کارتھیج کے ایک مقام حمامت (HAMMAMET) کے ایک سنگی کتبہ میں ملا تھا)

گوریلا کی اہمیت واضح ہو جانے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس مخصوص جانور کو اس کی معروف صفات وانفرادیت کی بدولت ہی اسے کسی طرح حبشیوں کے ذریعہ سدھا (TAME) کر کے فنیقی ملّاح حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں زندہ لے جانے لگے ہوں گے۔ ممکن ہے ان سے بھاری بھاری کام بھی لیا جاتا رہا ہو۔ اور عجائبات کی حیثیت سے بھی محفوظ کئے جانے لگے ہوں!

۷۔ مور (PEACOCK) مور جسے عربی میں 'طاؤس' کہتے ہیں ایک ایسا پرندہ ہے جو تقریباً ہر جنگل میں پایا جاتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ۔ یہ اپنے بوجھل جسم کی وجہ سے، دور تک لگاتار نہیں اڑ سکتا۔ ہندوستان میں بھی ملتا ہے اور مغربی افریقہ میں بھی۔ جہاں سے دیگر ضروری اشیاء فراہم کی جا رہی تھیں اور ان کے لئے سارے اہتمام کے ساتھ تفتیشی سفر ہوتا تھا۔ ایک طرف کالوں سے سونا مہیا ہوتا رہتا تھا۔ دوسری طرف دانت کے لیے بھی ہاتھی کا شکار ہوتا رہا ہوگا اور گوریلا زندہ پکڑے جاتے رہے ہوں گے۔ اسی درمیان یا فراغت کے ایام میں اگر مقامی حبشی مزدور فنیقیوں کو خوبصورت خوبصورت مور بھی پکڑ کر دیتے رہے ہوں گے تو پھر ان کو لے جانے میں کیا رکاوٹ تھی؟ یہ مور شاہی محلوں کی زینت بنے ہوں گے۔ یا چڑیا خانہ میں پالے گئے ہوں گے۔

یہ صحیح ہے کہ مور اپنے پروں کی خوبصورت رنگینی کی وجہ سے پسند کیا جاتا ہے اور یہ اور اس کا پر ہندوستان کے درباروں کی زینت بنتا رہا یہاں تک کہ مغلوں کے زمانہ میں ایک خوبصورت تختِ طاؤس بھی بنایا گیا جسے ایک دوسرا بادشاہ اُچک کر لے بھی گیا یہ بھی صحیح ہے کہ دوسرے جانوروں کے

ساتھ نہ صرف ہندوستان کے چڑیا خانوں میں طرح طرح کے مور بھی پالے گئے ہیں۔ بلکہ جاپان کے گھر کے لیے یہیں کے موروں کا ایک جوڑا ۱۹۵۸ء میں گیا تھا جس سے بڑھتے بڑھتے اس وقت ان کی تعداد کم از کم ایک ہزار تک پہونچ گئی ہوگی۔ لیکن ان سب کے باوجود ہندوستان سے یروشلم جانے کا کوئی سراغ جب تک نہ ملے یہ کیسے اخذ کیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ کے بیڑے یہاں سے مور لے گئے۔

برخلاف اس کے ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ انگریزی میں جس طرح مرغا کو 'COCK' اور مرغی کو 'HEN' کہتے ہیں۔ اور مور کو 'PEA-COCK' اور مورنی کو 'PEA-HEN' کہتے ہیں نیز یہ کہ جس طرح مرغا اور مرغی دونوں کے لیے مشترک لفظ 'FOWL' (فاؤل) ہے اسی طرح مور اور مورنی کے لیے مشترک لفظ 'PEA-FOWL' (پی فاؤل) اور 'FOWL' (فاؤل) دونوں ہے اور دنیا میں 'گنی فاؤل' (GUINEA FOWL) جو اسی مخصوص مغربی افریقہ کے خطّہ سے منسوب ہے مشہور ہے۔

انگریزی لغت کی تشریح ملاحظہ ہو:

GUINEA-FOWL | "A FOWL OF THE RASORIAL ORDER, CLOSELY ALLIED TO THE PEACOCKS PHEASANTS & COMMON IN GUINEA" (THE CONCISE ENGLISH DICTIONARY)

(گنی فاؤل۔ زمین کو چھیلتے ہوئے چلنے والے مرغوں کی ایک قسم جس کا قریبی تعلق مور اور چکور سے ہے جو عام طور پر گنی کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں)۔

کیا یہ تشریحی بیان اس بات کی صاف تائید نہیں کرتا کہ وہ مور جو اوفیر سے ترسیسی بیڑے میں گئے مغربی افریقہ کے اسی گنی (GUINEA) علاقہ کے تھے؟

وجہ تسمیہ

اب ایک سوال رہ گیا کہ اس مقام کا قدیم نام اوفیر (OPHIR) کیسے پڑ گیا؟ اس کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جب شروع شروع میں فنیقی ملاح مغربی افریقہ کے ساحلی جنگلوں میں پہنچے ہوں گے تو ان گھنے جنگلوں میں علاوہ دیگر وحشی جانوروں کے

بڑے بڑے ہاتھیوں سے واسطہ پڑا ہوگا۔ اور انھوں نے اپنی حفاظت کے لیے ان سے لڑائی بھی کی ہوگی۔ ہاتھیوں کو چنگھاڑتے بھی سنا ہوگا اور کبھی کبھی ان کی آپس کی جنگ کا مشاہدہ بھی کیا ہوگا۔ ظاہر ہے اس بڑے بھاری بھرکم جسم والے جانور کا تصور ان کے دماغ میں سب سے زیادہ سمایا ہوگا اور ہر وقت اس جانور کا نام زبان پر آتا رہا ہوگا۔ جنگل کو صاف کرکے وہاں کے وحشی حبشیوں کی مدد سے سونے کی کان کنی شروع ہوئی ہوگی۔ اور آہستہ آہستہ جب ہاتھی دانتوں کی قدر بڑھی تو پھر اور زیادہ ہاتھیوں کو مارنے کی فکر ہوئی۔ اور ان کو پھانسنے کے لیے طرح طرح کی تدبیر اختیار کی گئی ہوگی اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس خطہ کو اس وقت 'ہاتھیوں کا خطہ' تصور کر لیا گیا ہو جس طرح سونے کی بہتات پر 'سونے کا خطہ'۔

ہاتھی کے لئے مصری زبان کا 'اِب' (IB)۔ عبرانی کا 'ہاب' (HAB) اور سنسکرت کا ایبھا (IBHA) تلفظ کے ذرا ذرا سے فرق سے ایک ہی ہے۔ اسی لفظ سے ہاتھی دانت کے لئے لاطینی زبان میں 'ایبور' (EBUR) اور ایبوریس' (EBOREUS)۔ قدیم فرانسیسی زبان میں 'آئووری' (IVURIE) فرانسیسی میں 'آئویرے' (IVOIRE) اور انگریزی میں 'آئوری' (IVORY) ان الفاظ کو 'ب' (B)۔ 'بھ' (BH) اور 'واؤ' (V) کی جگہ 'ف' رکھ کر اگر پڑھا جائے تو اس طرح بن جائیں گے۔ 'اِف' (IPH)۔ 'ہاف' یا ہوف' (HAPH یا HOPH)۔ 'ایفا' یا 'اِفا' (IPHA)۔ 'اِفور' (EPHUR یا EPHOR)۔ 'اِفوریس' (EPHOREUS) 'اِفوری' (IPHURIE)۔ 'اِفوری' (IPHOIRE) اور 'اِفوری' (IPHORY)۔ جس طرح نائجر دریا کے نام پر اس خطہ کو 'نائجیریا' (NIGERIA) کہنے میں کوئی حرج نہیں تھا اسی طرح ہاتھیوں کی کثرت موجودگی اور ان کے دانتوں کی تجارت کی بنا پر اگر اس مخصوص خطہ کا نام جیسے آج تک 'آئوری کوسٹ' (IVORY COAST) کہتے ہیں اس وقت مذکورہ بالا الفاظ سے اشتقاق کرکے 'اوفیریا' (OPHIRIA) یا محض 'اوفیر' (OPHIR) ہی پڑ گیا ہو تو کوئی تعجب نہیں!

ہاتھیوں کا گہرا تصور دماغ پر چھا جانے کی وجہ سے اس دیس کا نام 'اوفیر' رکھ لیا ہوگا۔ لیکن

پہلے پہل وہاں سے زیادہ مقدار میں سونا لے جاتے تھے تو فلنیقیوں نے سونے کے نام پر کیوں نہ اس دیس کا نام پہلے رکھا؟ جواب یہ ہے کہ سونا زمین سے کھود کر نکالنے سے پہلے ہی جس کا تاثر دماغ پر پڑ چکا تھا وہ "ہاتھی" تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فلنیقیوں کی خصلت تھی اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اور قومیں ان کی برابری کر سکیں اس لئے وہ لوگ کشتی رانی کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اِسی بناء پر کسی شخص کو معلوم نہ ہو سکا کہ فلنیقی جن جزیروں سے قلعی (TIN) لاتے ہیں وہ کہاں واقع ہیں۔ یہاں تک کہ جس وقت وہ ساحلِ افریقہ یا جزیرۂ سارڈینیا کے قریب کوئی کشتی دیکھ لیتے تھے تو کشتی چلانے والوں کو سمندر میں ڈبو دیتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ اجنبی قوم کی کشتی ایک فلنیقی کشتی کا تعاقب کر رہی تھی اور یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ فلنیقی کدھر جانا چاہتے ہیں۔ لیکن محض اپنے راز کو چھپانے کے لئے فلنیقی کشتی کے ناخدا نے اپنی کشتی کو سنگلاخ چٹانوں میں لے جا کر غرق کر دیا تاکہ اجنبی کشتی والوں کو راستہ بھلا دے اور اُن کو اپنی منزلِ مقصود کی خبر نہ ہونے دے! (بحوالہ تاریخ مللِ قدیمہ۔ سینوبس) — چنانچہ یہی وجہ رہی ہوگی کہ دیس کا نام تو رہے 'اوفیر' اور لاتے رہیں سونا!

یہاں ایک حقیقت کا اور انکشاف ہوتا ہے کہ پہلے افریقہ کے مختلف ساحلوں پر سلطنتیں اور نو آبادیاں قائم ہوتی گئیں۔ مثلاً مصر۔ لیبیا۔ کارتھیج طنجہ (TANGU) سنیگال۔ اوفیر۔ نائجیریا۔ کانگو ایتھیوپیا (حبشہ) وغیرہ۔ لیکن قدیم زمانے میں (مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں) اوفیر کی نو آبادی (جو آج تک ہاتھی دانت کا ساحل۔ سونے کا ساحل اور غلاموں کا ساحل کہلاتا ہے اور جس کے سامنے خلیج گنی (GULF OF GUINEA) بھی آج تک ہے) ساری جد و جہد کا مرکز رہی اور بعد میں چل کر جس طرح 'سندھ' سے پورے 'ہند' کو سمجھا جانے لگا کیا عجب ہے کہ پورے ملک کو 'اوفیر' ہی سمجھا جانے لگا ہو؟ دوسری بات یہ کہ نخاؤ کے زمانہ میں پورے برِّاعظم کا چکر لگا لینے کے بعد اس پورے براعظم ہی نے جو نام حاصل کر لیا یعنی 'افریقہ' (AFRICA) یہ اسی 'اوفیر' سے 'اوفیریکا' کی بگڑی ہوئی شکل ہو؟ (کیونکہ ملّاحوں اور سیّاحوں کو بے شمار بندرگاہوں سے اس وقت کچھ نہ کچھ ہاتھی دانت وصول ہو جاتا رہا ہوگا۔ جن میں سے چند نے زیادہ اہمیت اختیار کر لی۔ باقی معدوم ہو گئیں)۔

اس نتیجہ کے ساتھ ساتھ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔

"THE ROMANS GAVE THE NAME OF AFRICA TO THAT PART OF THE WORLD WHICH THE GREEKS CALLED LIBYA. IT COMPRISED THE WHOLE PORTION OF AFRICAN CONTINENT KNOWN TO THE ANCIENTS EXCEPT EGYPT AND ETHIOPIA. THE TERM WAS CERTAINLY BORROWED BY THE ROMANS FROM AMONGST THE NATIVES.

"AMONGST THE NUMEROUS CONJECTURES WHICH HAVE BEEN MADE AS TO THE ETYMOLOGY OF THE TERM 'AFRICA MAY BE QUOTED THAT WHICH DERIVES IT FROM THE SEMETIC RADICALS 'فرق' (SEPARATE), AFRICA BEING CONSIDERED IN THIS CONNECTION AS A PHOENICIAN SETTLEMENT SEPARATED FROM THE MOTHER COUNTRY, ASIATIC PHOENICIA. IT HAS ALSO BEEN HELD THAT THE WORD 'AFRICA COMES FROM 'FRIQI', 'FARIKIA' (THE COUNTRY OF FRUIT). THE BEST HYPOTHESIS IS PERHAPS THAT MAINTAINED BY CHANCE TISSOT WHO SEES IN THE WORD 'AFRICA, THE NAME OF THE GREAT BERBER TRIBE, THE AVURIGHA (WHOSE NAME WOULD HAVE BEEN PRONOUNCED AEARIKA)".

ترجمہ (رومیوں نے دنیا کے اُس خطہ کو 'افریقہ' کا نام دیا جسے یونانی 'لیبیا' کہتے تھے جس میں سوا مصر اور ایتھیوپیا کے افریقہ کا وہ پورا برِّاعظم شامل تھا جس سے اہلِ قدیم آشنا تھے البتہ رومیوں نے یہ نام وہیں کے اصل باشندوں سے اخذ کیا تھا۔

"افریقہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف قیاس آرائیاں یہ ہیں۔ سامی مادّہ 'فرق' (علیحدگی) سے اخذ کیا گیا یعنی ایشیائی فنیشیا سے (جو فنیقیوں کا مادرِ وطن تھا) علیحدہ فنیقیوں کی ایک نوآبادی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 'افریقہ' کا لفظ 'فریقی' سے نکلا اور فریکیہ پھلوں کے دیس کو کہتے ہیں)۔ بہترین قیاس آرائی چانس ٹسٹ کی ہے جس کی نظر میں افریقہ کا نام قوم بربر 'او' ریگھا سے ماخوذ ہے (جس کا تلفظ 'افیریکا' رہا ہوگا)

غرضکہ سارے نکات پر تفصیلی بحث ہو چکی اور سارے دلائل بھی سامنے آگئے جن کی روشنی میں خود بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ 'اوفیر' کی تعیین کس حد تک مغربی افریقہ کے اس مخصوص خطہ پر صحیح اتر سکتی ہے۔

قصص القرآن

(چار جلدوں میں) جدید ایڈیشن)

مؤلفہ: مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم

جلد اوّل:- حضرت آدمؑ تا حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ۔ ص ۵۳۶ قیمت -/۱۰ مجلد -/۱۲

جلد دوم:- حضرت یوشعؑ تا حضرت یحییٰؑ ص ۲۸۰ قیمت -/۵ مجلد -/۶

جلد سوم:- انبیاءؑ کے واقعات کے علاوہ باقی قصصِ قرآنی کا بیان صفحات ۴۴۰ قیمت -/۷ مجلد -/۸

جلد چہارم:- حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ پاک اور دعوتِ حق۔ ص ۵۲۰ قیمت -/۹ مجلد -/۱۰

پوری کتاب کے مجموعی صفحات ۱۷۸۴ بڑی تقطیع، قیمت -/۳۱ مجلد -/۳۴

ندوۃ المصنفین اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶